اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (البقرة 2 : 110)

اس آیت کے اولین مصداق اصحاب رسول ہیں، اصل میں یہ خطاب انہی کو ہے، کیوں کہ وقتِ نزول وہی اس کے مخاطبین تھے، جیسا کہ مشہور لغوی امام اور مفسر زجاج (241-311ھ) فرماتے ہیں:

وَأَصْلُ الْخِطَابِ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَعُمُّ سَائِرَ أُمَّتِهِ .

''بنیادی طور پر یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو ہے اور عمومی طور پر ساری اُمت اس کا مصداق ہے۔''

(زاد المسير في علم التفسير لابن الجوزي :314/1)

سیدنا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر یوں فرما رہے تھے:

«أَنْتُمْ تُتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً، أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ» .

''آپ لوگ ستر امتوں کا تتمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور معزز ہو۔''

(سنن الترمذي : 3001، تفسير عبد الرزاق : 410/1، تفسير الطبري : 675/5،

وسندهٗ حسنٌ، وقال الترمذي : حسن، وقال الحاكم : صحيح الإسناد، ووافقه الذهبي، وأخرجه الدارمي : 2802، وسندهٗ صحيحٌ، وأخرجه أحمد :5/4، وسندهٗ صحيحٌ)

مسند احمد (446/4، 447) کی ایک ''حسن'' روایت میں ہے:

«تُوفُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعِينَ أُمَّةً، أَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ»

''تم روزِ قیامت ستر اُمتوں سے بھاری ہو جاؤ گے،تم آخری اُمت ہواور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز ہو۔''

ترجمانِ قرآن،حبرِ امت،سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هُمُ الَّذِينَ هَاجَرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ .

''اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔''

(تفسير عبد الرزاق :134/1، السنن الكبرٰى للنسائي : 11006، مسند الإمام أحمد : 273/1، تفسير الطبري : 671/5، 672، تفسير ابن أبي حاتم : 732/3، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 294/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حافظ ہیثمی کہتے ہیں: رِجَالُ أَحْمَدَ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''مسند احمد کے راوی صحیح بخاری والے ہیں۔'' (مجمع الزوائد : 330/6)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 225/8)

مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (481-542ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الصَّحَابَةِ، قِيْلَ لَهُمْ : كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ .

''یہ آیتِ کریمہ صحابہ کرام کے متعلق نازل ہوئی۔انہیں مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ تم بہترین امت ہو۔''(تفسير ابن عطية :489/1)

علامہ ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ (775-840ھ) لکھتے ہیں:

وَهٰذِهِ الْأَشْيَاءُ تُنَبِّهُ الْغَافِلَ، وَتُقَوِّي بَصِيْرَةَ الْعَاقِلِ، وَإِلَّا فَفِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمرٰن 3 : 110) كِفَايَةٌ وَّغُنْيَةٌ، مَعَ مَا عَضَدَهَا مِنْ شَهَادَةِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَنَّهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ .

''یہ چیزیں غافل کو تنبیہ اور عقل مند کی بصیرت کو تقویت فراہم کرتی ہیں،ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان:﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(آل عمرٰن 3 : 110) کافی وشافی ہے۔اس پر مستزاد مصطفےٰ ﷺ کی شہادت ہے کہ صحابہ کرام بہترین لوگ ہیں۔''(الروض الباسم في الذبّ عن سنّة أبي القاسم :112/1)

مفسر ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (654-745ھ) لکھتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْخِطَابَ هُوَ لِمَنْ وَقَعَ الْخِطَابُ لَهٗ أَوَّلًا؛ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكُوْنُ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ ﴿أُمَّةٍ﴾ إِلٰى أُمَّةٍ مُّعَيَّنَةٍ، وَهِيَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالصَّحَابَةُ هُمْ خَيْرُهَا .

''صاف سی بات ہے کہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کے اولین مصداق صحابہ کرام

ہی ہیں۔اس آیت میں ایک مخصوص اُمت کی طرف اشارہ ہے جو کہ اُمت محمد یہ ہے اور صحابہ اس اُمت کے بہترین لوگ ہیں۔''

(البحر المحيط في التفسير : 299/3)

علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

وَكَفٰى فَخْرًا لَّهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى شَهِدَ لَهُمْ بِأَنَّهُمْ خَيْرُ النَّاسِ حَيْثُ قَالَ تَعَالٰى : ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمرٰن 3 : 110)، فَإِنَّهُمْ أَوَّلُ دَاخِلٍ فِي هٰذَا الْخِطَابِ، كَذٰلِكَ شَهِدَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ فِي الْحَدِيْثِ الْمَتَّفَقِ عَلٰى صِحَّتِهٖ : «خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي»، وَلَا مَقَامَ أَعْظَمُ مِنْ مَّقَامِ قَوْمٍ اِرْتَضَاهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ .

''صحابہ کرام کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں بہترین لوگ ہونے کی گواہی دی ہے، چنانچہ فرمایا: تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔اس خطاب کے اولین مصداق یہی لوگ ہیں۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے متفق علیہ حدیث میں گواہی دی ہے کہ میرا زمانہ بہترین ہے۔اس مرتبے سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کریم ﷺ کے صحابی بنانے کے لیے منتخب کیا۔''

(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة :21/1)

نیز لکھتے ہیں:

وَمِنْ جُمْلَةِ مَا قَالَهٗ أُولٰئِكَ الْمُلْحِدُوْنَ كَيْفَ يَقُوْلُ اللّٰهُ : ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمرٰن 3 : 110)، وَقَدِ

ارْتَدُّوْا بَعْدَ وَفَاةِ نَبِيِّهِمْ إِلَّا نَحْوَ سِتَّةِ أَنْفُسٍ مِّنْهُمْ، لِامْتِنَاعِهِمْ مِّنْ تَقْدِيْمِ أَبِي بَكْرٍ عَلٰى عَلِيٍّ الْمُرْتَضٰى الْمُوْصٰى بِهٖ، فَانْظُرْ إِلٰى حُجَّةِ هٰذَا الْمُلْحِدِ، تَجِدُهَا عَيْنَ حُجَّةِ الرَّافِضَةِ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ، بَلْ هُمْ أَشَدُّ ضَرَرًا عَلَى الدِّيْنِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَسَائِرِ فِرَقِ الضَّلَالِ.

''ان ملحدین کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو بہترین امت کیسے قرار دیتا ہے، جبکہ سوائے تقریباً چھ آدمیوں کے،جنہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہیں دی تھی،سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (العیاذ باللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ذرا اس ملحد کی دلیل کو دیکھئے کہ کس طرح ہوبہو روافض کی زبان بول رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے،یہ کہاں بھٹک رہے ہیں؟یہ لوگ تو (اسلام کے حق میں)یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔''

(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة :114/1)

مزید رقم طراز ہیں:

وَمِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ (البقرة 2 : 143)، وَالصَّحَابَةُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ وَالَّتِي قَبْلَهَا هُمُ الْمُشَافِهُوْنَ بِهٰذَا الْخِطَابِ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقِيْقَةً، فَانْظُرْ إِلٰى كَوْنِهٖ تَعَالٰى خَلَقَهُمْ عُدُوْلًا وَّخِيَارًا لِّيَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلٰى بَقِيَّةِ الْأُمَمِ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، وَحِيْنَئِذٍ فَكَيْفَ يَسْتَشْهِدُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِغَيْرِ عَدُوْلٍ أَوْ بِمَنِ ارْتَدُّوْا بَعْدَ وَفَاةِ نَبِيِّهِمْ، إِلَّا نَحْوَ سِتَّةِ أَنْفُسٍ مِّنْهُمْ، كَمَا زَعَمَتْهُ الرَّافِضَةُ قَبَّحُهُمُ اللّٰهُ وَلَعَنَهُمْ وَخَذَلَهُمْ، مَا أَحْمَقَهُمْ وَأَجْهَلَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ بِالزُّوْرِ وَالْإِفْتِرَاءِ وَالْبُهْتَانِ !

وَمِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿**يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ**﴾ (التحريم 66 : 8)، فَآمَنَهُمُ اللّٰهُ مِنْ خِزْيِهٖ، وَلَا يَأْمَنُ مِنْ خِزْيِهٖ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ إِلَّا الَّذِيْنَ مَاتُوْا، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَرَسُوْلُهٗ عَنْهُم رَاضٍ، فَأَمْنُهُمْ مِّنَ الْخِزْيِ صَرِيْحٌ فِي مَوْتِهِمْ عَلٰى كَمَالِ الْإِيْمَانِ وَحَقَائِقِ الْإِحْسَانِ، وَفِي أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَزَلْ رَاضِيًا .

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ (البقرة 2 : 143) (اس طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو)۔اس میں اور اس سے پہلی آیت میں حقیقی طور پر صحابہ کرام ہی کو نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان سے بالمشافہہ خطاب کیا گیا ہے۔ اس بات پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عادل اور نیک بنایا ہے تا کہ یہ روزِ قیامت بقیہ اُمتوں پر گواہ ہوں۔ بھلا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے گواہ بنا سکتا ہے جو غیر عادل ہوں اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد چھ کے علاوہ باقی سارے مرتد ہو گئے ہوں؟ جیسا کہ رافضیوں کا خیال ہے،اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے،ان پر لعنت فرمائے اور ان کو بے یارومددگار چھوڑ دے، یہ کس قدر احمق،جھوٹے، جاہل، افترا پرداز اور بہتان طراز ہیں۔اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ (التحريم 66 : 8) (اس روز اللہ تعالیٰ، نبی اور اس کے ساتھیوں کو رسوانہیں کرے گا۔ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑتا ہوگا)۔یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں رسوائی سے بچالیا ہے اور اس روز وہی لوگ رسوائی سے بچ سکیں گے، جن سے وفات کے وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ راضی تھے۔صحابہ کرام کا رسوائی سے بچ جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور حقیقی نیکی پر ہوئی، نیز یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہمیشہ ان سے راضی رہے۔''

(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة : 604/2)

عظیم سنی مفسر، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) لکھتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ عَامَّةٌ فِي جَمِيعِ الْأُمَّةِ، كُلُّ قَرْنٍ بِحَسَبِهٖ، وَخَيْرُ قُرُونِهِمُ الَّذِينَ بُعِثَ فِيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ، كَمَا قَالَ فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى : ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾، أَيْ خِيَارًا، ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرة 2 : 143) الْآيَةَ .

''صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت پوری اُمت کو شامل ہے، ہر دور اپنی شان کے مطابق (اس کا مصداق) ہے۔بہترین زمانہ وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا، پھر اس سے متصل دور بہتر ہے اور اس کے بعد اس سے متصل دور، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ

جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾(البقرة 2 : 143)(اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول[ﷺ] تم پر گواہ بنیں)۔''

(تفسیر ابن کثیر:92/2،ت:سلامة)

شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) لکھتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ مَنْ زَعَمَ مِنْهُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ نُقِصَ مِنْهُ آيَاتٌ وَّكُتِمَتْ، أَوْ زَعَمَ أَنَّ لَهُ تَأْوِيْلَاتٍ بَاطِنَةٍ تُسْقِطُ الْأَعْمَالَ الْمَشْرُوْعَةَ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ، وَهٰؤُلَاءِ يُسَمُّوْنَ الْقَرَامِطَةُ وَ الْبَاطِنِيَّةُ، وَمِنْهُمُ التَّنَاسُخِيَّةُ؛ وَهٰؤُلَاءِ لَا خِلَافَ فِي كُفْرِهِمْ، وَأَمَّا مَنْ سَبَّهُمْ سَبًّا لَّا يَقْدَحُ فِي عَدَالَتِهِمْ وَلَا فِي دِيْنِهِمْ، مِثْلُ وَصْفِ بَعْضِهِمْ بِالْبُخْلِ أَوِ الْجُبْنِ أَوْ قِلَّةِ الْعِلْمِ أَوْ عَدَمِ الزُّهْدِ، وَ نَحْوِ ذٰلِكَ، فَهٰذَا هُوَ الَّذِي يَسْتَحِقُّ التَّأْدِيْبَ وَالتَّعْزِيْرَ، وَلَا نَحْكُمُ بِكُفْرِهِ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ، وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَلُ كَلَامُ مَنْ لَّمْ يُكَفِّرْهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَأَمَّا مَنْ لَّعَنَ وَقَبَّحَ مُطْلَقًا؛ فَهٰذَا مَحَلُّ الْخِلَافِ فِيْهِمْ، لِتَرَدُّدِ الْأَمْرِ بَيْنَ لَعْنِ الْغَيْظِ وَلَعْنِ الْاِعْتِقَادِ.

وَأَمَّا مَنْ جَاوَزَ ذٰلِكَ إِلٰى أَنْ زَعَمَ أَنَّهُمُ ارْتَدُّوْا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَّا نَفَرًا قَلِيْلًا يَّبْلُغُوْنَ بِضْعَةَ عَشَرَ نَفْسًا، أَوْ أَنَّهُمْ فَسَقُوْا عَامَّتُهُمْ، فَهٰذَا لَا رَيْبَ أَيْضًا فِي كُفْرِهٖ، لِأَنَّهٗ

كَذَّبَ لِمَا نَصَّهُ الْقُرْآنُ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنَ الرِّضٰى عَنْهُمْ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ، بَلْ مَنْ يَّشُكُّ فِي كُفْرِ مِثْلِ هٰذَا فَإِنَّ كُفْرَهُ مُتَعَيَّنٌ، فَإِنَّ مَضْمُوْنَ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ أَنَّ نَقَلَةَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ كُفَّارٌ أَوْ فُسَّاقٌ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي هِيَ ﴿**كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**﴾ (آل عمران3 : 110) وَخَيْرُهَا هُوَ الْقَرْنُ الْأَوَّلُ كَانَ عَامَّتُهُمْ كُفَّارًا أَوْ فُسَّاقًا، وَمَضْمُوْنُهَا أَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ شَرُّ الْأُمَمِ وَأَنَّ سَابِقَيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ هُمْ شِرَارُهُمْ، وَكُفْرُ هٰذَا مِمَّا يُعْلَمُ بِاضْطِرَارٍ مِّنْ دِيْنِ الْإِسْلَامِ.

وَلِهٰذَا تَجِدُ عَامَّةَ مَنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ؛ فَإِنَّهُ يَتَبَيَّنُ أَنَّهُ زِنْدِيْقٌ، وَعَامَّةُ الزَّنَادِقَةِ إِنَّمَا يَسْتَتِرُوْنَ بِمَذْهَبِهِمْ، وَقَدْ ظَهَرَتْ لِلّٰهِ فِيْهِمْ مَثُلَاتٌ، وَتَوَاتَرَ النَّقْلُ بِأَنَّ وُجُوْهَهُمْ تَمُسَّخَ خَنَازِيْرُ فِي الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ.

''شیعوں میں سے جو یہ دعویٰ کریں کہ قرآنی آیات میں سے کچھ کم ہوگئی ہیں یا چھپالی گئی ہیں، یا قرآنِ کریم کی ایسی باطنی تاویلات ہیں، جن کی بنا پر اعمالِ شرعیہ ساقط ہو جاتے ہیں یا اس جیسے دوسرے اعتقادات کے حامل ہوں، ایسے لوگوں کو قرامطہ اور باطنیہ کہا جاتا ہے، انہی میں سے ایک فرقہ تناسخیہ ہے۔ ان کے کفر میں کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔ جو شیعہ صحابہ کرام پر ایسی طعن کرتے ہیں، جس سے ان کی عدالت اور دین میں کوئی نقص نہیں ہوتا، جیسا کہ انہیں بخیل، بزدل، کم علم اور غیر زاہد جیسے اوصاف سے متصف کرتے ہیں،

وہ سزا اور تادیب کے مستحق ہیں۔صرف اس بنا پر ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔جو اہل علم شیعہ کو کافر نہیں کہتے ،ان کے اقوال بھی ایسے لوگوں پر ہی محمول کیے جائیں گے۔البتہ جو لوگ صحابہ کرام کے بارے میں مطلق لعن و طعن کرتے ہیں، ان کا معاملہ محل اختلاف ہے، کیونکہ بطورِ غصہ میں اور بطورِ عقیدہ لعن وطعن کرنے میں فرق ہے۔

جو لوگ اس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ ماسوائے چند صحابہ کرام کے،جن کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی ،باقی سب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے،یا اکثر صحابہ کرام کو فاسق قرار دیتے ہیں،تو ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ یہ قرآن کریم کی کئی نصوص کی تکذیب کرتے ہیں، جن میں صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی اور تعریفِ الٰہی کی تصریح موجود ہے۔ ایسے لوگوں کے کفر میں شک کرنے والوں کا کفر بھی متعین ہو جاتا ہے، کیونکہ ان کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کو ہم تک پہنچایا، وہ کافر یا فاسق تھے(العیاذ باللہ)، نیز قرآنِ کریم نے جنہیں بہترین امت، جس میں سے بھی بہترین گروہ قرنِ اول (صحابہ) ہیں، قرار دیا ہے، ان میں سے اکثر کافر اور فاسق تھے۔اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ امت سب امتوں سے بری اور اس کے پہلے دو ادوار سب سے برے تھے۔جو لوگ ایسے عقائد رکھتے ہوں، ان کا کفر دین اسلام کی رُو سے لازمی طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کا بے دین ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔اکثر زندیق لوگ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبرت ناک سزائیں ان میں ظاہر ہو چکی ہیں، بلکہ متواتر منقول ہے کہ زندہ اور مردہ حالت میں ان کے چہرے خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیے گئے۔"(الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص: 586-587)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے خود مختار بنایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جیسے چاہے استعمال کرے، لیکن اس استعمال میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کو پامال نہ کرے۔ مال و جائیداد بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اس میں بھی انسان اپنی مرضی سے جائز تصرف کا حق رکھتا ہے۔ اسی بنا پر ایک مسلمان زندگی میں بھی اپنی اولاد کو اپنا مال تقسیم کر سکتا ہے اور جتنا چاہے اپنے لیے بھی رکھ سکتا ہے۔

یاد رہے کہ زندگی میں یہ تقسیم بہ ضابطہ میراث نہیں ہوگی، کیونکہ وراثت اس مال کا نام ہے، جو انسان کے مرنے کے بعد غیر اختیاری طور پر اس کے ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے، البتہ جو انسان زندگی میں اپنے مال کو اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو وہ قانون ہبہ کے مطابق ہی تقسیم کر سکتا ہے۔

جب انسان اپنی زندگی میں کسی کو بلا معاوضہ کوئی چیز دے تو یہ ہبہ یا ہدیہ یا عطیہ کہلاتا ہے۔ ہبہ یا ہدیہ کے حوالے سے چند ایک اسلامی قوانین ملاحظہ فرمائیں:

① ہبہ میں بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر حصہ ملے گا۔

② ہبہ کی صورت میں کچھ اولاد کو دینا اور کچھ کو محروم کر دینا ظلم و جور اور باطل اقدام ہے۔

③ اگر بعض کو دیا اور بعض کو محروم کر دیا تو یہ تقسیم فسخ ہو جائے گی، اس موہوب چیز کو واپس لینا واجب ہوگا۔

④ اگر باقی اولاد کی رضامندی سے کسی بیٹے یا بیٹی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے تو

اس میں کوئی حرج نہیں۔

⑤ ہبہ کی صورت میں اولاد میں سے کسی کو دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور باقی اولاد کو اعتراض نہ ہو، تو یہ بھی جائز ہے۔

⑥ باپ اپنی اولاد سے بلا وجہ بھی ہبہ کردہ چیز کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے۔اس میں کوئی گناہ نہیں۔

⑦ شکم مادر میں پرورش پانے والے بچے کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی جاسکتی، البتہ اس کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے۔

⑧ ہبہ قبول کرنا چاہیے، خواہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ ہبہ ردّ کرنا پسندیدہ فعل نہیں۔

⑨ کسی کے ذمے واجب الادا چیز اسے ہبہ کی جاسکتی ہے۔

⑩ انسان اپنی مرضی سے کسی کو ہبہ کرتا ہے، اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

⑪ قانونِ ہبہ میں تمام اولاد، یعنی بیٹے اور بیٹیوں، کا حصہ برابر برابر ہے، ان کے درمیان عدل ومساوات واجب ہے۔

دلائل شرعیہ :

① سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَأَلَتْ أُمِّي أَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَّالِهٖ، ثُمَّ بَدَا لَهٗ، فَوَهَبَهَا لِي، فَقَالَتْ : لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ، فَأَتٰى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنَّ أُمَّهٗ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، قَالَ : «أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟»، قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَأُرَاهُ قَالَ : «لَا

تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ» .

''میری والدہ نے میرے والد سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنے مال سے کوئی چیز ہبہ کریں۔(پہلے تو انہوں نے انکار کیا)بعد میں راضی ہو گئے اور مجھے وہ چیز ہبہ کردی۔میری والدہ نے کہا: جب تک آپ نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں گواہ نہیں بنا لیتے، میں راضی نہیں ہوں گی۔چنانچہ میرے والد میرا ہاتھ پکڑے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں ابھی نوعمر تھا۔عرض کیا:اس لڑکے کی والدہ (عمرہ) بنتِ رواحہ مجھ سے مطالبہ کر رہی ہیں کہ میں اسے ایک چیز ہبہ کروں۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:اس کے علاوہ بھی تمہاری کوئی اولاد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت یوں ارشاد فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ۔''

(صحيح البخاري : 2585، صحيح مسلم : 1623)

② صحیح مسلم(1623) میں ہے:

«قَارِبُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ» .

''اپنی اولاد کے مابین برابر تقسیم کرو۔''

③ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ» .

''اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو،اپنے بیٹوں کے مابین انصاف کرو۔''

(مسند الإمام أحمد : 275/4، سنن أبي داوٗد :3544، سنن النسائي : 262/6، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (5694) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

④ صحیح مسلم (10/1623) کی روایت ہے:

«إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا، فَقَالَ: «أَكُلَّ بَنِيكَ نَحَلْتَ؟»»، قَالَ: لَا، قَالَ: «فَارْدُدْهُ».

''(میں نے عرض کیا:) میں نے اپنے اِس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اپنے سارے بیٹوں کو ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے ہبہ واپس لے لو۔''

⑤ صحیح مسلم (13/1623) میں ہے:

«أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «اتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ»، فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ.

''(آپ ﷺ نے فرمایا:) کیا آپ نے اپنی ساری اولاد کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو، (سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) میرے والد نے واپس آکر وہ ہبہ واپس لے لیا۔''

⑥ حسن سند کے ساتھ سنن نسائی (3685) میں ہے:

«أَلَا سَوَّيْتَ بَيْنَهُمْ؟».

''آپ نے سب میں برابر تقسیم کیوں نہیں کیا؟''

⑦ صحیح ابن حبان کی روایت (5099، وسندہ حسن) کے الفاظ ہیں کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

اِنْطَلَقَ بِي أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهٗ عَلٰى

عَطِيَّةٍ أَعْطَانِيهَا، فَقَالَ : «هَلْ لَّكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟»، قَالَ : نَعَمْ،
قَالَ : «سَوِّ بَيْنَهُمْ» .

''میرے والدِ گرامی مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ کو اس عطیہ پر گواہ بنائیں جو انہوں نے مجھے عطا کیا تھا۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ کے اس کے علاوہ اور بیٹے بھی ہیں؟انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: ان کے مابین برابر تقسیم کرو۔''

⑧ ایک روایت میں ہے

«أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟» قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : «فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ هٰذَا؟» قَالَ : لَا، قَالَ : «فَلَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ» .

''(آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:) کیا اس کے علاوہ آپ کے اور بھی بیٹے ہیں؟انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!فرمایا: کیا سارے بیٹوں کو اتنا دیا ہے؟ عرض کیا: جی نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔''

(صحيح مسلم : 15/1623)

⑨ ایک روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں:

«لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ» . ''مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ۔''

(صحيح البخاري : 2650، صحيح مسلم : 1623)

⑩ صحیح مسلم (19/1623) میں ہے:

«أَلَهُ إِخْوَةٌ؟» قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : «أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟»، قَالَ : لَا، قَالَ : «فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا، وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ

إِلَّا عَلٰى حَقٍّ» .

''(فرمایا) کیا اس لڑکے کے اور بھی بھائی ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: جو تم نے اسے دیا ہے، کیا باقی سب کو بھی اتنا دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ درست نہیں اور میں صرف حق پر گواہ بن سکتا ہوں۔''

⑪ صحیح مسلم (17/1623) کے الفاظ یہ ہیں:

«فَأَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِي»، ثُمَّ قَالَ: «أَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟» قَالَ: بَلٰى، قَالَ: «فَلَا إِذًا» .

''(فرمایا:) اس پر کسی اور کو گواہ بناؤ۔ پھر فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہاری ساری اولاد تمہاری برابر کی فرماں بردار ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی بالکل! آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر ایسا نہ کرو۔''

۞ امیر المومنین فی الحدیث، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے:

بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ، وَإِذَا أَعْطٰى بَعْضَ وَلَدِهٖ شَيْئًا لَّمْ يَجُزْ، حَتّٰى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهٗ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ .

''اولاد کو ہبہ کرنے کا بیان۔ جب کوئی اپنی اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے، تو جب تک انصاف کے ساتھ سب کو برابر نہ دے، ہبہ جائز نہیں ہو گا۔ ایسے (ناجائز) ہبہ پر گواہ بھی نہ بنا جائے۔''

۞ شارح صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

وَاخْتِلَافُ الْأَلْفَاظِ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ الْوَاحِدَةِ يَرْجِعُ إِلٰى مَعْنًى

وَّاحِدٍ، وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهِ مَنْ أَوْجَبَ السَّوِيَّةَ فِي عَطِيَّةِ الْأَوْلَادِ، وَبِهِ صَرَّحَ الْبُخَارِيُّ .

''اس قصہ میں مذکور مختلف الفاظ ایک ہی معنیٰ ومفہوم کو بیان کرتے ہیں۔اس قصے کو وہ علما دلیل بناتے ہیں جو ہبہ میں مساوات کو واجب سمجھتے ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 214/5)

❁ شارح صحیح مسلم، حافظ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهٗ يَنْبَغِي أَنْ يُّسَوِّيَ بَيْنَ أَوْلَادِهٖ فِي الْهِبَةِ، وَيَهِبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِّثْلَ الْآخَرِ وَلَا يُفَضِّلُ، وَيُسَوِّي بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى .

''اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ میں ساری اولاد کو برابر رکھا جائے، ہر ایک کو دوسرے کے مقابلے میں برابر کا ہبہ کیا جائے اور کسی کو زیادہ حصہ نہ دے، نیز اس میں مذکر ومؤنث کو برابر حصہ دیا جائے۔''(شرح صحيح مسلم : 6/6)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کچھ اولاد کو ہبہ کرنے اور کچھ کو محروم کر دینے کو نبی کریم ﷺ نے ظلم اور جور قرار دیا ہے۔یہ عدل ومساوات کے خلاف ہے اور ہرگز درست نہیں۔تب ہی تو نبی پاک ﷺ نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا ڈر دلایا ہے اور اولاد کے درمیان عدل کا حکم دیا ہے۔

یہ حکم وجوبی ہے !

بعض لوگ ہبہ کے وقت اولاد میں عدل وانصاف کو واجب نہیں سمجھتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں فرمانِ نبوی استحباب پر محمول ہے۔ایسے لوگوں کا ردّ کرتے ہوئے ؛

۞ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْعَجَبِ انْ يُّحْمَلَ قَوْلُهٗ : «اِعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ» عَلٰى غَيْرِ الْوُجُوْبِ، وَهُوَ أَمْرٌ مُّطْلَقٌ مُّؤَكَّدٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَقَدْ أَخْبَرَ الْآمِرُ بِهٖ أَنَّ خِلَافَهٗ جَوْرٌ، وَأَنَّهٗ لَا يَصْلُحُ، وَأَنَّهٗ لَيْسَ بِحَقٍّ، وَمَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الْبَاطِلُ، هٰذَا وَالْعدْلُ وَاجِبٌ فِي كُلِّ حَالٍ، فَلَوْ كَانَ الْآمِرُ بِهٖ مُطْلَقًا لَّوَجَبَ حَمْلُهٗ عَلَى الْوُجُوبِ، فَكَيْفَ وَقَدْ اقْتَرَنَ بِهٖ عَشَرَةُ أَشْيَاءَ تُؤَكِّدُ وُجُوبَهٗ؟ فَتَأَمَّلْهَا فِي أَلْفَاظِ الْقِصَّةِ.

''نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کہ اپنی اولاد کے درمیان مساوات کرو، کو عدمِ وجوب پر محمول کرنا تعجب خیز ہے، حالانکہ یہ ایک مطلق حکم ہے، جس کی تین دفعہ تاکید کی گئی۔ حکم دینے والے (نبی اکرم ﷺ) نے خود بتایا کہ اس کی مخالفت ظلم ہے، یہ بھی بتایا کہ ایسا کرنا درست نہیں، نیز فرمایا کہ یہ ناحق فعل ہے۔ اب حق کے بعد تو صرف باطل ہی باقی بچتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عدل ہر حال میں واجب ہے۔ اگر یہ حکم مطلق بھی ہوتا تو اسے وجوب پر محمول کرنا ضروری تھا چہ جائیکہ اس قصہ میں دس چیزیں ایسی ہیں جو اس کے وجوب کو لازم کرتی ہیں۔ آپ اس قصہ کے الفاظ پر غور کر کے انہیں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔''

(تحفة المودود في أحكام المولود، ص: 228)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِي»، فَإِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِإِذْنٍ قَطْعًا؛ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْذَنُ فِي الْجَوْرِ وَفِيْمَا لَا

يَصْلُحُ وَفِي الْبَاطِلِ، فَإِنَّهُ قَالَ: «إِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰى حَقٍّ»، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الَّذِي فَعَلَهُ أَبُو النُّعْمَانِ لَمْ يَكُنْ حَقًّا، فَهُوَ بَاطِلٌ قَطْعًا، فَقَوْلُهُ: «إِذَنْ أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ» حُجَّةٌ عَلَى التَّحْرِيْمِ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾، وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ»، أَيِ الشَّهَادَةُ عَلٰى هٰذَا لَيْسَتْ مِنْ شَأْنِي وَلَا تَنْبَغِي لِي، وَإِنَّمَا هِيَ مِنْ شَأْنِ مَنْ يَّشْهَدُ عَلَى الْجَوْرِ وَالْبَاطِلِ وَمَا لَا يَصْلُحُ، وَهٰذَا فِي غَايَةِ الْوُضُوْحِ.

''آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ، قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہرگز ظلم، ناجائز اور باطل اُمور کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ آپ ﷺ خود یہ فرما رہے ہیں کہ میں صرف حق پر گواہ بنتا ہوں، اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کے والد کا اقدام حق نہیں تھا، بلکہ کلی طور پر باطل تھا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ جاؤ میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ اس فعل کے حرام ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ (حٰمٓ السجدة 41 : 40) (جو مرضی کرو) اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جب تم میں حیا ختم ہو جائے تو جو دل میں آئے کرو۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس معاملے پر گواہی دینا میری شان کے لائق اور میرے لیے مناسب نہیں، بلکہ یہ ان لوگوں کا کام ہے جو ظلم و باطل اور ناجائز اُمور پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔'' (تهذيب السنن : 5/192، 193)

۞ شارحِ صحیح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

وَاَمَّا قَوْلُهٗ : إِنَّ قَوْلَهٗ : «أَشْهِدْ» صِيغَةُ إِذْنٍ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ، بَلْ هُوَ لِلتَّوْبِيخِ لِمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ بَقِيَّةُ أَلْفَاظِ الْحَدِيثِ، وَبِذٰلِكَ صَرَّحَ الْجُمْهُورُ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ، وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ : قَوْلُهٗ : «أَشْهِدْ» صِيغَةُ أَمْرٍ، وَالْمُرَادُ بِهٖ نَفْيُ الْجَوَازِ.

''ان کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ [اس پر کسی اور کو] گواہ بناؤ، اجازت ہے، درست نہیں، بلکہ یہ الفاظ ڈانٹ کے لیے ہیں، کیونکہ حدیث کے بقیہ الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس مقام پر جمہور نے اسی کی تصریح کی ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ امر کا صیغہ ہے، مگر اس سے مراد عدمِ جواز ہے۔'' (فتح الباري شرح صحيح البخاري : 215/5)

۞ نیز لکھتے ہیں:

وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ : «لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ»، اَیْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى مَيْلِ الْأَبِ لِبَعْضِ الْأَوْلَادِ دُونَ بَعْضٍ، وَفِي هٰذَا نَظَرٌ لَّا يَخْفٰى، وَيَرُدُّهٗ قَوْلُهٗ فِي الرِّوَايَةِ : «لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلَى الْحَقِّ».

''بعض کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا، کا معنیٰ یہ ہے کہ میں کسی باپ کے کچھ اولاد کی طرف جھکاؤ پر گواہ نہیں بنتا، مگر اس کا محلِ نظر ہونا مخفی نہیں، کیونکہ حدیث میں مذکور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں صرف حق پر ہی گواہ بنتا ہوں، اس بات کی تردید کرتا ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 215/5)

❁ نیز ایک استدلال کا رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنَّ قَوْلَهٗ : «اِرْجِعْهُ» دَلِيلٌ عَلَى الصِّحَّةِ، وَلَوْ لَمْ تَصِحَّ الْهِبَةُ لَمْ يَصِحَّ الرُّجُوعُ، وَإِنَّمَا أَمَرَهٗ بِالرُّجُوعِ لِأَنَّ لِلْوَالِدِ أَنْ يَّرْجِعَ فِيمَا وَهَبَهٗ لِوَلَدِهٖ، وَإِنْ كَانَ الْأَفْضَلُ خِلَافَ ذٰلِكَ، لٰكِنِ اسْتِحْبَابُ التَّسْوِيَةِ رُجِّحَ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلِذٰلِكَ أَمَرَهٗ بِهٖ، وَفِي الِاحْتِجَاجِ بِذٰلِكَ نَظَرٌ، وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ : «اِرْجِعْهُ»، أَيْ لَا تُمْضِ الْهِبَةَ الْمَذْكُورَةَ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ تَقَدُّمُ صِحَّةِ الْهِبَةِ .

''ان کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کا فرمان کہ اسے واپس کرو، ہبہ کے صحیح ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ہبہ صحیح نہ ہوتا تو رجوع بھی درست نہیں تھا۔ آپ کا اسے اپنے بیٹے سے ہبہ واپس لوٹانے کا حکم اس لیے ہے کہ والد اپنی اولاد سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے، اگرچہ واپس نہ لینا بہتر ہے، لیکن مساوات کے استحباب کو اس استحباب پر ترجیح دی گئی، اس لیے آپ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:) مگر یہ دلیل بھی محل نظر ہے۔ واضح طور پر اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ ہبہ کو جاری نہ رکھو۔ اس سے اس ہبہ کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔''(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 215/5)

❁ نیز ایک شبہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى جَوَازِ عَطِيَّةِ الرَّجُلِ مَالَهٗ لِغَيْرِ وَلَدِهٖ، فَإِذَا جَازَ لَهٗ أَنْ يُّخْرِجَ جَمِيعَ وَلَدِهٖ مِنْ مَّالِهٖ؛ جَازَ لَهٗ اَنْ يُّخْرِجَ عَنْ ذٰلِكَ بَعْضَهُمْ، ذَكَرَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ، وَلَا يَخْفٰى ضَعْفُهٗ، لِأَنَّهٗ

قِيَاسٌ مَّعَ وُجُود النَّصِّ .

''علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آدمی کے اپنا مال اپنی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کو ہبہ کرنے پر اجماع ہے۔ چنانچہ جب کسی غیر کو ہبہ کر کے ساری اولاد کو محروم کیا جا سکتا ہے، تو (اپنی کچھ اولاد کو ہبہ کرنے کی صورت میں) کچھ اولاد کو محروم رکھنا بھی درست ہوا۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:) لیکن اس بات کا ضعف آشکارا ہے، کیونکہ یہ قیاس نص کے ہوتے ہوئے کیا گیا ہے (جو کہ درست نہیں)۔'' (فتح الباري شرح صحيح البخاري : 215/5)

⑫ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے اونٹ کے بارے میں یہ مکالمہ ہوا:

«بِعْنِيهِ»، قَالَ : هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : «بِعْنِيهِ» فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ» .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اونٹ مجھے بیچ دیجیے۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو آپ ہی کا ہے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، مجھے یہ اونٹ بیچ دیجیے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ آپ کا ہوا، اپنی مرضی کے مطابق اس کا استعمال کرو۔''

(صحيح البخاري : 2115)

✿ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ہبہ کے باب میں بھی ذکر کیا ہے تو شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ : مُنَاسَبَةُ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ لِلتَّرْجَمَةِ أَنَّهُ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلَ عُمَرَ أَنْ يَّهَبَ الْبَعِيرَ لِابْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ لَبَادَرَ إِلٰى ذٰلِكَ، لٰكِنَّهٗ لَوْ فَعَلَ لَمْ يَكُنْ عَدْلًا بَيْنَ بَنِي عُمَرَ، فَلِذٰلِكَ اشْتَرَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ، ثُمَّ وَهَبَهٗ لِعَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ الْمُهَلَّبُ : وَفِي ذٰلِكَ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا تَلْزَمُ الْمَعْدِلَةُ فِيمَا يَهَبُهٗ غَيْرُ الْأَبِ لِوَلَدِ غَيْرِهٖ، وَهُوَ كَمَا قَالَ .

''علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت کی ترجمۃ الباب سے یہ مطابقت ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ ہبہ کریں، تو وہ فوراً تعمیل کرتے، لیکن ایسا کرنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے مابین انصاف نہیں ہونا تھا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ خرید کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔ مہلب کہتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر باپ کے علاوہ کوئی شخص کسی دوسرے کی اولاد کو ہبہ کرے، تو اس میں مساوات ضروری نہیں ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:) ان کی یہ بات بالکل درست ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 215/5)

خوب یاد رہے کہ اگر کسی انسان نے اپنی زندگی میں اپنے کسی ایک بیٹے یا کچھ بیٹوں کو اپنی جائیداد میں حصہ دیا اور ان کے نام لگوا کر باقیوں کو محروم کر دیا، تو ایسا ہبہ ناجائز ہے، مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ایسے ہبہ کو واپس لوٹانا واجب ہے۔

⑬ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ نَحَلَهَا جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا مِّنْ مَّالِهٖ بِالْغَابَةِ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ : وَاللّٰهِ يَا بُنَيَّةُ، مَا مِنَ النَّاسِ

أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ غِنًى بَعْدِي مِنْكِ، وَلَا أَعَزُّ عَلَيَّ فَقْرًا بَعْدِي مِنْكِ، وَإِنِّي كُنْتُ نَحَلْتُكِ جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا، فَلَوْ كُنْتِ جَدَدْتِيهِ وَاحْتَزْتِيهِ كَانَ لَكِ، وَإِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ، وَإِنَّمَا هُمَا أَخَوَاكِ، وَأُخْتَاكِ، فَاقْتَسِمُوهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ : يَا أَبَتِ، وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَتَرَكْتُهُ، إِنَّمَا هِيَ أَسْمَاءُ، فَمَنِ الْأُخْرٰى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ، أُرَاهَا جَارِيَةً .

''سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے جنگل کے مال سے بیس وسق کی مقدار میں عطیہ دیا۔جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگے: بیٹی!تمام لوگوں سے بڑھ کر میری وفات کے بعد مجھے تمہارا غنی ہونا پسند ہے اور مجھے میری وفات کے بعد تمام لوگوں سے بڑھ کر مشکل تمہارا فقیر ہونا لگتا ہے۔اگر تم اسے (باغ کے پھل کو) اُتار لیتیں اور جمع کر لیتیں،تو وہ تمہارا تھا، مگر آج یہ صرف وارث کا مال ہے۔یہ تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں،ان میں اللہ عزوجل کی کتاب کے مطابق تقسیم کرو۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:ابو جان!اللہ کی قسم،اگر یہ مال اتنی اتنی مقدار میں بھی ہوتا،تو میں اس کو چھوڑ دیتی۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 752/2، السنن الكبرٰى للبيهقي : 295/6، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ اگر والد نے زندگی میں کسی بیٹے بیٹی کو کوئی چیز دے رکھی ہو،تو وفات کے بعد وہ بھی وراثت کے حساب سے تقسیم ہو جائے گی۔

ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت، صداقت و اخلاص کے حامل محدثین اور ائمہ مسلمین کی کفیل رہی ہے۔ دشمنانِ اسلام کی من گھڑت اور پرفتن باتیں ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں۔ ظالموں کی تمام خرافات، لب گیری اور طعن و تشنیع ان کے دامن کو داغ دار نہیں کرسکی، بلکہ ان کی رفعتِ شان کو اور زیادہ بلندی نصیب ہوئی۔ جب ان معاندین اور ظالمین کو محدثین کرام نے عاق کر دیا تو یہ ان کی عزت کے درپے ہو گئے۔ وہ ہمہ وقت ان نفوسِ قدسیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔

ائمہ اسلام میں سے ایک مشہور و معروف نام محمد بن جریر طبری ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 224 ہجری کو طبرستان میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ جلیل القدر، رفیع الشان، سنی امام، حافظ، ثقہ اور متقن ہیں۔ دنیا آپ کو امام المفسرین کے معزز لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ محدث، فقیہ، مفسر، مؤرخ، لغوی اور مجتہد مطلق کی بلند شان رکھتے ہیں۔ آپ صاحبِ تصانیف ہیں اور آپ کا شمار کبار ائمہ اسلام میں ہوتا ہے۔ تفسیر قرآن کریم میں آپ کا منفرد نام ہے۔

تعریف و توثیق :

بہت سے اہل علم نے آپ کی تعریف و توثیق کی ہے، چند ایک اقوال ملاحظہ فرمائیں :

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اِسْتَوْطَنَ الطَّبْرِيُّ بَغْدَادَ، وَأَقَامَ بِهَا إِلٰى حِيْنَ وَفَاتِهٖ، وَكَانَ أَحَدُ أَئِمَّةِ الْعُلَمَاءِ يُحْكَمُ بِقَوْلِهٖ، وَيُرْجَعُ إِلٰى رَأْيِهٖ لِمَعْرِفَتِهٖ وَفَضْلِهٖ،

وَكَانَ قَدْ جَمَعَ مِنَ الْعُلُوْمِ مَا لَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ عَصْرِهٖ، وَكَانَ حَافِظًا لِّكِتَابِ اللّٰهِ، عَارِفًا بِالْقَرَاءَ اتِ، بِصِيْرًا بِالْمَعَانِي، فِقِيْهًا فِي أَحْكَامِ الْقُرْآنِ، عَالِمًا بِالسُّنَنِ وَطُرِقِهَا صَحِيْحِهَا وَسَقِيْمِهَا وَناسِخِهَا وَمَنْسُوْخِهَا، عَارِفًا بِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَمَنْ بَّعْدَهُمْ مِّنَ الْخَالِفِيْنَ فِي الْأَحْكَامِ، وَمَسَائِلِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، عَارِفاً بِأَيَّامِ النَّاسِ وَأَخْبَارِهِمْ، وَلَهُ الْكِتَابُ الْمَشْهُوْرُ فِي تَارِيْخِ الْأُمَمِ وَالْمُلُوْكِ، وَكِتَابٌ فِي التَّفْسِيْرِ لَمْ يُصَنِّفْ أَحَدٌ مِّثْلَهٗ، وَكِتَابٌ سَمَّاهُ «تَهْذِيْبَ الْآثَارِ» لَمْ أَرَ سِوَاهُ فِي مَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهٗ لَمْ يُتِمَّهٗ، وَلَهٗ فِي أُصُوْلِ الْفِقْهِ وَفُرُوْعِهٖ كُتُبٌ كَثِيْرَةٌ، وَاخْتِيَارٌ مِّنْ أَقَاوِيْلِ الْفُقَهَاءِ، وَتَفَرَّدَ بِمَسَائِلَ حُفِظَتْ عَنْهُ.

''امام طبری ؒ نے بغداد میں سکونت اختیار کی، پھر وفات تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ ؒ ان ائمہ علما میں سے تھے، جن کی رائے کے مطابق فیصلہ دیا جاتا ہے اور لوگ معرفتِ علمی کی بنا پر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ بیک وقت کئی علوم کے حامل تھے، جس میں آپ کا کوئی ہم عصر اور شریک وسہیم نہیں تھا۔ آپ کتاب اللہ کے حافظ، قراءات کے عالم، معانیٔ قرآن پر بصیرت رکھنے والے، احکام القرآن میں فقیہ، حدیث کے صحیح وضعیف اور ناسخ ومنسوخ ہونے کے عالم، احکام اور حلال وحرام کے مسائل میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد والوں کے اقوال کی معرفت رکھنے والے اور تاریخ دان

ہیں۔آپ کی امم وملوک کی تاریخ پر مشہور کتاب ہے اور تفسیر قرآن پر ان کی کتاب جیسی کتاب کسی نے نہیں لکھی۔آپ کی ایک اور کتاب کا نام تہذیب الآثار ہے،اس مضمون کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی،لیکن آپ اسے مکمل نہیں کر پائے۔آپ کی فقہ کے اصول وفروعات پر بے شمار کتابیں ہیں۔آپ نے (اسلاف)فقہا کے اقوال کو اختیار کیا،نیز بہت سے منفرد مسائل بھی آپ سے محفوظ کیے گئے ہیں۔''(تاریخ بغداد : 163/2)

❁ امام ابو احمد حسین بن علی بن محمد بن یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن الفضل دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَوَّلُ مَا سَأَلَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ لِي : كَتَبْتَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ الطَّبْرِيِّ ؟ قُلْتُ : لَا، قَالَ : لِمَ ؟ قُلْتُ : لِأَنَّهٗ كَانَ لَا يَظْهَرُ، وَكَانَتِ الْحَنَابِلَةُ تَمْنَعُ عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَيْهِ، فَقَالَ بِئْسَ مَا فَعَلْتَ، لَيْتَكَ لَمْ تَكْتُبْ عَنْ كُلِّ مَنْ كَتَبْتَ عَنْهُمْ وَسَمِعْتَ مِنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ .

''امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہ کیا:کیا آپ نے امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے کچھ لکھا ہے؟میں نے کہا:نہیں،انہوں نے کہا: کیوں؟ میں نے کہا: کیونکہ وہ باہر نہیں نکلتے تھے اور حنابلہ ان کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔اس پر انہوں نے کہا:آپ نے بہت برا کیا،کاش!جن سے آپ نے لکھا ہے،ان میں سے کسی سے نہ لکھتے اور صرف امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے سماعت کا شرف حاصل کر لیتے۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 195/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ ایک روایت میں امام حسین بن علی تمیمی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

لَمَّا رَجَعْتُ مِنْ بَغْدَادَ إِلٰى نِيْسَابُوْرَ؛ سَأَلَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقِ ابْنِ خُزَيْمَةَ، فَقَالَ لِيْ : مِمَّنْ سَمِعْتَ بِبَغْدَادَ ؟ فَذَكَرْتُ لَهٗ جَمَاعَةً مِّمَّنْ سَمِعْتُ مِنْهُمْ، فَقَالَ : هَلْ سَمِعْتَ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ شَيْئًا ؟ فَقُلْتُ لَهٗ : لَا، إِنَّهٗ بِبَغْدَادَ لَا يُدْخَلُ عَلَيْهِ لِأَجْلِ الْحَنَابِلَةِ، وَكَانَتْ تَمْنَعُ مِنْهُ، فَقَال : لَوْ سَمِعْتَ مِنْهُ لَكَانَ خَيْرًا لَّكَ مِنْ جَمِيْعِ مَنْ سَمِعْتَ مِنْهُ سِوَاهُ .

''جب میں بغداد سے نیساپور لوٹا تو امام محمد بن اسحاق خزیمہ رحمہ اللہ نے مجھ سے سوال کیا: آپ نے بغداد میں کس کس سے سنا ہے؟ میں نے ایک جماعت کا تذکرہ کیا جن سے میں نے سنا تھا۔انہوں نے دریافت کیا: کیا آپ نے امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، کیونکہ بغداد میں حنابلہ کی وجہ سے ان کے پاس کوئی نہیں جا سکتا، وہ ان کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔انہوں نے کہا: اگر آپ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے سماعت کا شرف حاصل کر لیتے تو ان سب کے مقابلے میں آپ کے لیے بہتر ہوتا جن سے آپ نے سنا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 164/2، تاریخ دمشق لابن عساکر : 195/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ آپ کے شاگرد محمد بن علی بن محمد بن سہل رحمہ اللہ نے آپ کو ''فقیہ'' کہا ہے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر : 200/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ابن سریج، ابو العباس احمد بن عمر بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ جَعْفَرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرٍ الطَّبْرِيُّ، فَقِيْهُ الْعِلْمِ .

''ابوجعفر محمد بن جریر طبری، شرعی علوم میں فقیہ تھے۔''

(تاريخ دمشق لابن عساكر : 202/52، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوسعید بن یونس رحمہ اللہ (م:347ھ) کہتے ہیں:

كَانَ فَقِيْهًا، قَدِمَ إِلٰى مِصْرَ قَدِيْمًا سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ وَمِائَتَيْنِ، وَكَتَبَ بِهَا، وَرَجَعَ إِلٰى بَغْدَادَ، وَصَنَّفَ تَصَانِيْفَ حَسَنَةً، تَدُلُّ عَلٰى سِعَةِ عِلْمِهٖ.

''آپ رحمہ اللہ فقیہ تھے، شروع میں 263 ہجری میں مصر کی طرف کوچ کیا، وہاں کتابیں لکھیں، پھر بغداد چلے آئے۔ آپ رحمہ اللہ نے بہت اچھی کتب لکھیں جو آپ کے وسعتِ علم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔''

(تاريخ ابن يونس المصري : 195/2، 196، تاريخ دمشق لابن عساكر : 191/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ كَثِيْرٍ الطَّبَرِيُّ الإِمَامُ، الْعَلَمُ، الْمُجْتَهِدُ، عَالِمُ الْعَصْرِ، أَبُو جَعْفَرٍ الطَّبَرِيُّ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ الْبَدِيْعَةِ، مِنْ أَهْلِ آمُلَ طَبَرِسْتَانَ، مَوْلِدُهٗ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَمِائَتَيْنِ، وَطَلَبَ الْعِلْمَ بَعْدَ الْأَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ، وَأَكْثَرَ التَّرْحَالَ، وَلَقِيَ نُبَلَاءَ الرِّجَالِ، وَكَانَ مِنْ أَفْرَادِ الدَّهْرِ عِلْماً، وَذَكَاءً، وَكَثْرَةَ تَصَانِيْفَ، قَلَّ أَنْ تَرَى الْعُيُوْنُ مِثْلَهٗ.

''امام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری، امام، علامہ، مجتہد، عالم دوراں، ابوجعفر طبری رحمہ اللہ۔ آپ شاہکار کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا تعلق طبرستان کے

مشہور شہر ''آمل'' سے تھا۔آپ 224ھ کو پیدا ہوئے اور 240ھ کے بعد تحصیل علم کے لیے روانہ ہوئے۔آپ نے طویل سفر کیے اور بڑے بڑے یکتائے زمانہ علما سے ملاقاتیں کیں۔آپ رحمہ اللہ خود بھی علم اور ذہانت کے لحاظ سے نابغۂ روزگار اور مصنفِ کتبِ کثیرہ تھے۔ان جیسی ہستیاں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔''

(سير أعلام النبلاء : 267/14)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كَانَ ثِقَةً، صَادِقاً، حَافِظاً، رَأْساً فِي التَّفْسِيْر، إِمَاماً فِي الْفِقْهِ وَالْإِجْمَاعِ وَالِاخْتِلَافِ، عَلَّامَةٌ فِي التَّارِيْخ وَأَيَّامِ النَّاسِ، عَارِفاً بِالْقِرَاءَاتِ وَبِاللُّغَةِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ .

''آپ ثقہ، صادق، حافظ، علم تفسیر کے سرخیل، فقہ، اجماع اور اختلافی مسائل میں امام، تاریخ میں علامہ، سیرت نگار، قراءت اور لغت وغیرہ پر علمی دسترس رکھنے والے تھے۔''(سير أعلام النبلاء : 270/14)

❁ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (691-751ھ) لکھتے ہیں:

اَلْإِمَامُ فِي الْفِقْهِ، وَالتَّفْسِيرِ، وَالْحَدِيْثِ، وَالتَّارِيْخِ، وَاللُّغَةِ، وَالنَّحْوِ، وَالْقُرْآنِ .

''آپ فقہ، تفسیر، حدیث، تاریخ، لغت، نحو اور قرآن کے علوم میں امام ہیں۔''

(اجتماع الجيوش الإسلامية على غزو المعطّلة والجهميّة : 94/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ الْإِمَامُ الْبَارِعُ فِي أَنْوَاعِ الْعُلُوْمِ .

”آپ رحمہ اللہ علوم کی بہت سی انواع میں ماہر امام تھے۔“

(تهذيب الأسماء واللغات :78/1)

کیا امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ شیعہ تھے؟

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ باتفاق علماءِ اسلام سنی مفسر اور امام ہیں۔ان کی تفسیر اہل اسلام میں اس قدر مقبول ہے کہ ہر دور کے مسلمان قرآن فہمی کے لیے اس پر اعتماد کرتے رہے ہیں،بعد میں آنے والے مفسرین اپنی اپنی تفاسیر میں اسے بنیادی اور اساسی مصدر اور ماخذ کے طور پر استعمال کرتے آئے ہیں۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ”تفسیر القرآن العظیم“ میں اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔تفسیر ابن کثیر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے ذکرِ خیر سے لبریز ہے۔

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابن بالویہ محمد بن احمد الجلاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قَالَ لِيْ أَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، يَعْنِيْ ابْنَ خُزَيْمَةَ، بَلَغَنِيْ أَنَّكَ كَتَبْتَ التَّفْسِيْرَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ، قُلْتُ : بَلٰى، كَتَبْتُ التَّفْسِيْرَ عَنْهُ إِمْلَاءً، قَالَ : كَلُّهٗ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فِي أَيِّ سَنَةٍ؟ قُلْتُ : مِنْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّثَمَانِيْنَ إِلٰى سَنَةِ تِسْعِيْنَ، قَالَ : فَاسْتَعَارَهٗ مِنِّي أَبُوْ بَكْرٍ فَرَدَّهٗ بَعْدَ سِنِيْنَ، ثُمَّ قَالَ : قَدْ نَظَرْتُ فِيْهِ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰى آخِرِهٖ، وَمَا أَعْلَمُ عَلٰى أَدِيْمِ الْأَرْضِ أَعْلَمَ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ، وَلَقَدْ ظَلَمَتْهُ الْحَنَابِلَةُ .

”مجھ سے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے محمد بن جریر رحمہ اللہ

سے کچھ تفسیر لکھی ہے؟ میں نے کہا: جی بالکل! میں نے ان سے تفسیر لکھی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: مکمل؟ میں نے کہا: جی ہاں! پوچھا: کس سن میں؟ میں نے کہا: 283ھ سے لے کر 290ھ تک۔ انہوں نے مجھ سے وہ نسخہ ادھار لیا اور کئی سال بعد واپس کیا۔ پھر انہوں نے کہا: میں نے شروع سے آخر تک پوری کتاب پڑھی ہے اور میرے علم کے مطابق روئے زمین پر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ یقیناً حنابلہ نے ان پر ظلم ڈھایا ہے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادي: 163/2، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ اس تفسیر کو منکرین حدیث اور ملحدین و زنادقہ اپنے گلے کا کانٹا سمجھتے ہیں۔ اہل باطل قرآن کریم کی مَن پسند تفسیر کرنا چاہتے ہیں اور قرآنِ مجید کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں، لیکن تفسیر طبری کے ہوتے ہوئے وہ اپنے ناکام اور مذموم مشن میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کا بُنا ہوا جال تار تار ہو جاتا ہے اور ان کی بنائی ہوئی خستہ عمارت دھڑام سے منہدم ہو جاتی ہے۔ تب منکرین حدیث اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آتے ہیں اور بلا دلیل وثبوت اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

مشہور منکرِ حدیث، تمنا عمادی نے ایک مضمون لکھا، جس میں یہ باور کرانے کی ناکام اور مذموم کوشش کی ہے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ شیعہ تھے، تاکہ اہل اسلام کے دلوں میں امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر بے نظیر کی حیثیت محو ہو جائے، ''طلوعِ اسلام'' کو یہ بات اچھی لگی تو اس پر یوں تبصرہ کر ڈالا:

''علامہ تمنا نے اپنے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن جریر طبری در حقیقت شیعہ تھے۔ اگر یہ شیعہ تھے تو آپ خود سمجھ لیجیے کہ اہل سنت والجماعت جس تفسیر اور جس تاریخ کو اتنا معتبر سمجھتے ہیں، اس کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے

اور اس بنیاد پر اٹھی ہوئی عمارتیں کس درجہ قابل اعتماد ہوسکتی ہیں۔''

(طلوعِ اسلام، ص:11، 7 مئی:1955ء)

دشمنانِ حدیث کی انتہائی کوشش ہے کہ اہل اسلام کا اس تفسیر سے اعتماد اٹھ جائے۔ یاد رہے یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ان شاء اللہ!

جب بھی قرآن مجید کی تفسیر کی بات آتی ہے تو مسلمانوں کی پہلی نظر تفسیر ابن جریر پر جا پڑتی ہے۔یہ اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے پاس معتبر ،مستند و مسند، بنیادی اور اساسی تفسیری اثاثہ ہے، جسے اہل اسلام نے ہمیشہ اپنے ماتھے کا جھومر بنایا ہے۔اہل سنت والجماعت ہر دور میں اس پر نازاں رہے ہیں۔یہ عظیم القدر اور رفیع الشان تفسیر،اہل زیغ و شبہات کے ردّ میں سیف مسلول ہے۔

ایک مغالطه اوراس کي حقیقت :

دراصل سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ کے دور میں ان کا ایک ہم نام شخص تھا،جس کا نام بھی محمد بن جریر تھا،البتہ اس کے دادا کا نام رستم تھا۔وہ بھی بغداد میں رہتا تھا۔اتفاق سے اس کا سن وفات بھی وہی ہے،جو سنی امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا ہے۔ دونوں کی کنیت بھی ایک ہے،جس کی بنیاد پر ظالموں نے اشتباہ واقع کر دیا۔محمد بن جریر بن رستم طبری نامی شخص کی صفات سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ پر تھوپ دیں اور اس بنا پر واویلا شروع کر دیا کہ ابن جریر طبری ابوجعفر رحمہ اللہ شیعہ ہیں،حالانکہ محمد بن جریر بن رستم طبری ابوجعفر نامی شخص ناپاک رافضی شیعہ ہے۔شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔شیعہ شنیعہ بھی یہ فرق کرتے ہیں کہ محمد بن جریر بن یزید طبری سنی امام اور محمد بن جریر بن رستم طبری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ مفسر کو کسی نے شیعہ نہیں کہا،جیسا کہ مشہور و معروف سوانح نگار، ناقدِ رجال اور شارحِ صحیح

بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

فَقَدْ تَرَجَّمَهُ أَئِمَّةُ النَّقْلِ فِي عَصْرِهِ وَبَعْدِهِ، فَلَمْ يَصِفُوْهُ بِذٰلِكَ، وَإِنَّمَا ضَرَّهُ الْإِشْتِرَاكُ فِي اِسْمِهِ وَاِسْمُ أَبِيْهِ وَنَسَبِهِ وَكُنْيَتِهِ وَمُعَاصِرَتِهِ وَكَثْرَةِ تَصَانِيْفِهِ .

''ان کے ہم عصر اور ان کے بعد والے علما نے ان کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں، مگر کسی نے ان کو شیعہ قرار نہیں دیا۔ یہ اشتباہ ان (محمد بن جریر بن یزید طبری سنی اور محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی) کے نام، باپ کے نام، نسبت، کنیت، ایک زمانے اور کثرتِ تصانیف مشترک ہونے سے واقع ہوا۔''

(لسان المیزان: 5/100، 101)

❁ مؤرخِ اسلام، مفسر قرآن، امام اہل سنت والجماعت، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) وضو میں پاؤں پر مسح کے بارے میں لکھتے ہیں:

فَمِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ يَّزْعُمُ أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ اثْنَانِ؛ أَحَدُهُمَا شِيْعِيٌّ، وَإِلَيْهِ يُنْسَبُ ذٰلِكَ، وَيُنَزِّهُونَ أَبَا جَعْفَرٍ مِّنْ هٰذِهِ الصِّفَاتِ، وَالَّذِي عُوِّلَ عَلَيْهِ كَلَامُهُ فِي التَّفْسِيرِ أَنَّهُ يُوجِبُ غَسْلَ الْقَدَمَيْنِ، وَيُوجِبُ مَعَ الْغَسْلِ دَلْكَهُمَا، وَلٰكِنَّهُ عَبَّرَ عَنِ الدَّلْكِ بِالْمَسْحِ، فَلَمْ يَفْهَمْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ مُرَادَهُ جَيِّدًا، فَنَقَلُوا عَنْهُ أَنَّهُ يُوجِبُ الْجَمْعَ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ .

''بعض علماءِ کرام کا دعویٰ ہے کہ ابن جریر نام کے دو شخص ہیں؛ ان میں ایک شیعہ ہے، جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ اہل علم امام ابوجعفر کو ان صفات سے

پاک قرار دیتے ہیں۔(شیعہ قرار دینے والوں کی طرف سے)امام صاحب کی جس کلام کو دلیل بنایا گیا ہے،وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں پاؤں دھونے کو واجب قرار دیا ہے،لیکن ساتھ میں وہ پاؤں کے ملنے کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔البتہ ملنے کو انہوں نے 'مسح' کے لفظ سے بیان کیا ہے اور اکثر لوگ ان کی مراد کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔انہوں نے یہ نقل کر دیا کہ امام صاحب دھونے کے ساتھ پاؤں کا مسح کرنا بھی واجب سمجھتے ہیں(حالانکہ 'مسح' کا لفظ رگڑنے اور ملنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور امام صاحب کی یہی مراد تھی)۔''

(البداية والنهاية :167/11، طبعة إحياء التراث)

معلوم ہوا کہ امام طبری رحمہ اللہ کو شیعہ کہنا یا تو ناواقفیت ہے یا پھر ہٹ دھرمی۔امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری کو اہل علم جانتے ہیں۔آپ کی تفسیر ہر دور میں متداول رہی ہے۔ ہر زمانے کے علما اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں،لیکن کسی نے آپ کو شیعہ نہیں کہا۔نہ معلوم منکرین حدیث خواہ مخواہ کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟

❁ محمد بن علی بن محمد بن سہل المعروف بہ ابن الامام کہتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ جرِيْرٍ الطَّبْرِيَّ الْفَقِيْهَ، وَهُوَ يُكَلِّمُ الْمَعْرُوْفَ بِابْنِ صالِحِ الْأَعْلَمِ، وَجَرٰى ذِكْرُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَجَرٰى خِطَابٌ، فَقَالَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ جرِيْرٍ : مَنْ قَالَ : إِنَّ أَبَا بِكْرٍ وَعُمَرَ لَيْسَا بِإِمامَيْ هُدًى، أَيش هُوَ ؟ قَالَ : مُبْتَدِعٌ، فَقَالَ لَهُ الطَّبْرِيُّ إِنْكَارًا عَلَيْهِ : مُبْتَدِعٌ، مُبْتَدِعٌ، هٰذَا يُقْتَلُ، مَنْ قَالَ : إِنَّ أَبَا بِكْرٍ وَّعُمَرَ لَيْسَا إِمَامَيْ هُدًى يُّقْتَلُ، يُقْتَلُ .

''میں نے امام ابوجعفر،محمد بن جریر،طبری،فقیہ رحمہ اللہ کو امام ابن صالح اعلم

سے سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ بات جاری رہی، امام محمد بن جریر رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا: جو شخص کہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ائمہ ہدیٰ نہیں ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ بدعتی ہے۔ اس پر امام طبری رحمہ اللہ نے ان کی بات کا انکار کرتے ہوئے فرمایا: وہ بدعتی تو ہے ہی، واجب القتل بھی ہے۔ پھر فرمایا: جو کہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ائمہ ہدیٰ نہیں، اسے قتل کر دیا جائے، اسے قتل کر دیا جائے۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 200/52، 201، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

فَأَفْضَلُ أَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّدِّيقُ أَبُو بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، ثُمَّ الْفَارُوقُ بَعْدَهٗ عُمَرُ، ثُمَّ ذُو النُّورَيْنِ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ، ثُمَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے فضیلت والے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد عمر فاروق کا مرتبہ ہے۔ پھر سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین کا اور پھر امیر المومنین اور امام المتقین سیدنا علی بن ابو طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین کا درجہ ہے۔''

(صریح السنة، ص: 23)

مشہور شیعہ عالم، محمد باقر مجلسی (م: 1111ھ) نے محمد بن جریر بن رستم طبری کے بارے میں لکھا ہے: وَلَيْسَ هُوَ ابْنُ جَرِيرٍ التَّارِيخِيُّ الْمُخَالِفُ.

''یہ ابن جریر وہ نہیں جو مؤرّخ اور شیعہ کے مخالف ہیں۔'' (بحار الأنوار: 40/1)

تنبیہ نمبر ①:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ) لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ يَزِيْدَ الطَّبْرِيُّ، الْإِمَامُ الْجَلِيْلُ، الْمُفَسِّرُ، أَبُوْ جَعْفَرٍ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ الْبَاهِرَةِ، مَاتَ سَنَةَ عَشَرَ وَثَلَاثِ مِائَةٍ، ثِقَةٌ صَادِقٌ، فِيْهِ تَشَيُّعٌ يَّسِيْرٌ، وَمَوَالَاةٌ لَّا تَضُرُّ .

''محمد بن جریر بن یزید طبری، امام جلیل القدر، مفسر، ابوجعفر، شاندار کتابوں کے مصنف ہیں۔ 310ھ میں فوت ہوئے۔آپ ثقہ اور صادق تھے، البتہ آپ میں تھوڑا سا غیر مضر تشیع پایا جاتا تھا۔''(میزان الاعتدال : 498/3، 499)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی اس بات کے ردّ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا نُبِزَ بِالتَّشَيُّعِ، لِأَنَّهٗ صَحَّحَ حَدِيْثَ غَدِيْرِ خُمٍّ .

''آپ پر تشیع کا الزام صرف اس بنا پر ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے غدیرِ خم والی حدیث کو صحیح کہا ہے۔''(لسان المیزان : 100/5)

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں یہ الفاظ نہیں دہرائے، جو کہ آپ کی آخری تصانیف میں سے ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس بات سے رجوع کر لیا تھا۔علاوہ ازیں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے ان الفاظ کو کسی اہل علم نے صحیح یا درست بھی نہیں قرار دیا، کیونکہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ «فِيْهِ تَشَيُّعٌ يَسِيْرٌ» اور متاخر اصطلاحِ شیعہ کے درمیان بہت فرق ہے۔اس سے مراد رافضی اور ہمارے دور کے شیعہ نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس 'تشیع' کو علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے غیر مضر قرار دیا اور تب ہی تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابوجعفر ابن جریر طبری کو ثقہ، صادق، امام جلیل کہا ہے۔ فافہم و تدبر

تنبیہ نمبر ۲ :

درحقیقت جب حافظ احمد بن علی سلیمانی رحمہ اللہ نے محمد بن جریر بن رستم ابوجعفر طبری رافضی پر جرح کی تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ سمجھ بیٹھے کہ شاید یہ جرح انہوں نے سنی امام محمد بن جریر بن یزید ابوجعفر طبری رحمہ اللہ پر کی ہے۔اسی وجہ سے انہوں نے یہ لکھا:

أَقْذَعَ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ السُّلَيْمَانِيِّ الْحَافِظُ، فَقَالَ : كَانَ يَضَعُ لِلرَّوَافِضِ، كَذَا قَالَ السُّلَيْمَانِيُّ، وَهٰذَا رَجْمٌ بِالظَّنِّ الْكَاذِبِ، بَلِ ابْنُ جَرِيْرٍ مِنْ كِبَارِ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ الْمُعْتَمِدِيْنِ، وَمَا نَدَّعِي عِصْمَتَهٗ مِنَ الْخَطَإِ، وَلَا يَحِلُّ لَنَا أَنْ نُّؤْذِيَهٗ بِالْبَاطِلِ وَالْهَوٰى، فَإِنَّ كَلَامَ الْعُلَمَاءِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ يَّنْبَغِي أَنْ يُّتَأَنّٰى فِيْهِ، وَلَا سِيَمَا فِي مِثْلِ إِمَامٍ كَبِيْرٍ .

''حافظ احمد بن علی سلیمانی نے زبان درازی کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن جریر روافض کے لیے احادیث گھڑتے تھے۔یہ ان کا جھوٹا گمان ہے، بلکہ ابن جریر تو قابل اعتماد کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں۔ہم ان کے معصوم ہونے کے دعوے دار تو نہیں ہیں،لیکن ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم بے بنیاد باتوں اور ذاتی خواہشات کی بنا پر انہیں اذیت دیں۔علماءِ کرام کی ایک دوسرے کے متعلق جروح میں غور وفکر سے کام لینا ضروری ہے، خصوصاً جب ان جیسے بڑے امام کے متعلق بات ہو۔''(میزان الاعتدال : 499/3)

دراصل سلیمانی کی یہ جرح ابن جریر بن رستم رافضی کے بارے میں تھی،علامہ ذہبی رحمہ اللہ کو بھی اس سلسلے میں کچھ شبہ ہو گیا تھا۔اسی تذبذب کا اظہار کرتے ہوئے انہوں

نے لکھا کہ:

فَلَعَلَّ السُّلَيْمَانِيَّ أَرَادَ الْآتِي .

''شاید حافظ سلیمانی رحمہ اللہ اس (ابن جریر طبری رافضی کی تضعیف) کا ارادہ رکھتے تھے، جس کا ذکر ابھی آ رہا ہے۔'' (میزان الاعتدال: 499/3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے رد اور حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کے دفاع میں لکھا:

وَلَوْ حَلَفْتُ أَنَّ السُّلَيْمَانِيَّ مَا أَرَادَ إِلَّا الْآتِي؛ لَبَرِرْتُ، وَالسُّلَيْمَانِيُّ حَافِظٌ مُّتْقِنٌ، كَانَ يَدْرِي مَا يَخْرُجُ مِنْ رَّأْسِهِ، فَلَا أَعْتَقِدُ أَنَّهُ يَطْعَنُ فِي مِثْلِ هٰذَا الْإِمَامِ بِهٰذَا الْبَاطِلِ .

''اگر میں قسم بھی اُٹھا لوں کہ حافظ سلیمانی رحمہ اللہ نے بعد میں مذکور (ابن جریر بن رستم طبری رافضی) ہی کو مراد لیا تھا، تو میری قسم پوری ہو گی۔ سلیمانی پختہ حافظ ہیں۔ وہ اپنے منہ سے نکلنے والی بات کو جانتے تھے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ وہ ابن جریر جیسے امام کے بارے میں جھوٹی تنقید کریں۔''

(لسان المیزان: 100/5)

تنبیہ نمبر ③ :

حافظ ابوالفضل عراقی رحمہ اللہ (725-806ھ) لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ رُسْتُمَ أَبُوْ جَعْفَرٍ الطَّبَرِيُّ، رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ، ذَكَرَهُ الْحَافِظُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْكَتَّانِيُّ، وَقَالَ : إِنَّهُ رَافِضِيٌّ، وَلَهُ مُؤَلَّفَاتٌ مِّنْهَا كِتَابُ الرُّوَاةِ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَلَعَلَّ السُّلَيْمَانِيُّ إِنَّمَا أَرَادَ بِالتَّضْعِيْفِ هٰذَا، فَإِنَّهُ قَالَ فِيْهِ : إِنَّهُ كَانَ يَضَعُ

لِلَّرَوَافِضِ، فَذَكَرَ الذَّهَبِيُّ فِي الْمِيزَانِ مُحَمَّدَ بْنَ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيَّ الْإِمَامَ الْمَشْهُورَ، وَذَكَرَ قَوْلَ السُّلَيْمَانِيِّ وَرَدَّهُ، وَكَأَنَّهُ لَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ فِي الرَّافِضَةِ مَنْ شَارَكَهُ فِي الْإِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ وَالْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ، وَإِنَّمَا يَفْتَرِقَانِ فِي اسْمِ الْجَدِّ فَقَطْ، فَالرَّافِضِيُّ اسْمُ جَدِّهِ رُسْتُمُ، وَالْإِمَامُ الْمَشْهُورُ اسْمُ جَدِّهِ يَزِيْدُ، وَلَعَلَّ مَا حُكِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنَ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيِّ مِنَ الاِكْتِفَاءِ فِي الْوُضُوءِ بِمَسْحِ الرِّجْلَيْنِ؛ إِنَّمَا هُوَ عَنْ هٰذَا الرَّافِضِيِّ، فَإِنَّهُ مَذْهَبُ الشِّيْعَةِ .

''محمد بن جریر بن رستم، ابوجعفر طبری خبیث رافضی ہے۔حافظ عبدالعزیز کتانی نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ رافضی ہے اور اس کی کچھ کتابیں بھی ہیں، جن میں ایک کتاب اہل بیت کے راویوں سے متعلق ہے۔شاید حافظ سلیمانی رحمہ اللہ نے اس کی تضعیف کا ارادہ کیا تھا اور اسی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ روافض کے لیے احادیث گھڑتا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جو کہ مشہور امام ہیں اور حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کا قول ذکر کر کے اس کا رد کر دیا۔گویا انہیں علم نہیں تھا کہ ایک رافضی بھی امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ کا ہم نام ہے اور اس کے باپ کے نام، کنیت اور نسب میں بھی اشتراک ہے۔ان دونوں کا فرق صرف دادا کے نام پر جا کر ہوتا ہے۔رافضی کے دادا کا نام رستم اور مشہور امام کے دادا کا نام یزید ہے۔یوں لگتا ہے کہ محمد بن جریر طبری کے بارے میں جو حکایت نقل کی جاتی ہے کہ وہ وضو میں پاؤں کے مسح کو کافی سمجھتے تھے، وہ بھی دراصل اسی رافضی سے منقول ہے، کیونکہ یہ

شیعہ ہی کا مذہب ہے۔''(ذیل میزان الاعتدال، ص : 178، 179)

حافظ عراقی کو یہ بات لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ شاید ان کے پاس جو میزان الاعتدال کا نسخہ تھا، اس میں حافظ ذہبی کی عبارت فَلَعَلَّ السُّلَيْمَانِيُّ أَرَادَ الْآتِي» گر گئی ہو، ورنہ حافظ ذہبی نے تو امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری سنی اور ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی میں خوب فرق کیا ہے۔ نیز دونوں کو الگ الگ ذکر کر کے سنی امام طبری کو امام جلیل اور ثقہ صادق کہا ہے، جبکہ محمد بن جریر بن رستم کو رافضی لکھا ہے۔

تنبیہ نمبر ۴ :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدِ اغْتَرَّ شَيْخُ شُيُوْخِنَا أَبُوْ حَيَّانَ بِكَلَامِ السُّلَيْمَانِيِّ، فَقَالَ فِي الْكَلَامِ عَلَى الصَّرَاطِ فِي أَوَائِلِ تَفْسِيْرِهِ : وَقَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ الطَّبْرِيُّ، وَهُوَ إِمَامٌ مِّنْ أَئِمَّةِ الْإِمَامِيَّةِ، : الصِّرَاطُ بِالصَّادِ لُغَةُ قُرَيْشٍ ---، وَنَبَّهْتُ عَلَيْهِ لِئَلَّا يُغْتَرَّ بِهِ .

''ہمارے اساتذہ کے استاذ ابوحیان کو حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کی بات سے مغالطہ ہو گیا اور انہوں نے اپنی تفسیر کے شروع میں لفظِ 'صراط' کی تفسیر میں کہہ دیا ہے: ابوجعفر طبری، جو کہ امامی شیعہ کے ایک امام ہیں، کا کہنا ہے کہ لفظِ 'صراط' صاد کے ساتھ لغت قریش ہے۔۔۔میں نے بطور تنبیہ یہ بات کر دی ہے تا کہ کسی کو اس سے مغالطہ نہ ہو جائے۔''(لسان المیزان : 5/100)

ہم کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ تفسیر ابوحیان میں ابوجعفر الطّوسی کے بارے میں یہ لکھا ہے اور یہی درست ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تفسیر ابوحیان کا جو نسخہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے پاس تھا، اس میں یہ غلطی ہو، یا خود حافظ رحمہ اللہ سے صرفِ نظر ہو گیا ہو، واللہ اعلم، کیونکہ تفسیر

ابن جریر طبری میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

شیوخ کرام :

امام طبری رحمہ اللہ نے حصولِ علم کے لیے بہت سارے علاقوں کا سفر کیا۔آپ رحمہ اللہ نے محمد بن عبد الملک بن ابوشوارب ،اسماعیل بن موسیٰ سُدّی، اسحاق بن ابو اسرائیل، احمد بن منیع ،ابو کریب محمد بن علا، ہناد بن سریّ ،ابو ہمام سکونی، محمد بن عبد الاعلیٰ صنعانی، محمد بن بشار بندار، محمد بن مثنیٰ، حسن بن عرفہ، مہنا بن یحییٰ، علی بن سہل رملی، بشر بن معاذ عقدی، عمرو بن علی فلاس، زبیر بن بکار اور احمد بن سریج رازی رحمہم اللہ وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ عظام :

امام طبرانی، احمد بن کامل القاضی، ابو بکر شافعی ،امام ابو احمد بن عدی اور خلق کثیر نے آپ سے اکتسابِ علم کیا۔

تصانیف :

آپ کی مشہور تصانیف میں سے جامع البيان عن تأويل آي القرآن ہے، جو تفسیر طبری کے نام سے معروف ہے۔اس کے علاوہ تاريخ الأمم والملوك، تهذيب الآثار، التبصير في معالم الدين، صريح السنّة آپ کی جلیل القدر تصانیف ہیں۔

وفات حسرت آیات :

اس دنیا میں کوئی بھی ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔امامِ جلیل القدر کی وفات 310ھ میں ہوئی۔رحمه الله رحمة واسعة !

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا ممنوع اور حرام ہے، جیسا کہ:

① ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وَاللّٰهِ، مَا أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ، يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ : «قَدْ بَايَعْتُكُنَّ كَلَامًا» .

''اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے صرف ان چیزوں کا عہد لیا، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ بیعت لیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے فرماتے: میں نے تم سے زبانی عہد لے لیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 5288، صحيح مسلم : 1866)

② سیدہ اُمیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ» .

''میں (غیر محرم) عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 982/2، مسند الإمام أحمد : 357/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«وَلَمْ يُصَافِحْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا امْرَأَةً» .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 357/6، المستدرك للحاكم : 71/4، وسندهٗ حسنٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَافِحُ النِّسَاءَ فِي الْبَيْعَةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت مصافحہ نہیں کرتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 213/2، وسندهٗ حسنٌ)

④ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَأَنْ يُّطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِيدٍ؛ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَّا تَحِلُّ لَهٗ» .

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھوئی جائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ نامحرم عورت کو چھوئے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 212/20، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ نمبر ① :

❀ امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُ النِّسَاءَ، وَعَلٰى يَدِهٖ ثَوْبٌ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کپڑا ہوتا تھا۔''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد لابن عبد البرّ : 243/12)

تبصرہ :

یہ سخت ''ضعیف'' روایت ہے،کیونکہ:

① یہ ابراہیم نخعی کی ''مرسل'' ہے،''مرسل'' روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

④ امام سفیان کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

اس کتاب میں عطا بن ابو رباح کی ''مرسل'' روایت بھی ہے،لیکن اس میں بھی سفیان کی ''تدلیس'' ہے۔

اسی طرح قیس بن ابو حاتم کی ایک ''مرسل'' بھی ہے۔

(التمهيد لابن عبد البرّ : 244/12)

لیکن یہ روایت بھی اسماعیل بن ابی خالد اور سفیان کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

فائدہ نمبر ② :

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وَكَانَ يُصَافِحُ النِّسَاءَ مِنْ تَحْتِ الثَّوْبِ .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین سے کپڑے کے نیچے سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 201/20، المعجم الأوسط للطبراني : 179/3)

یہ سخت ترین ''ضعیف'' روایت ہے، کیونکہ:

① عتاب بن حرب ابو بشر مزنی جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② المضاء الخزار راوی ''مجہول'' ہے۔

③ یونس بن عبید راوی ''مدلس'' ہے۔

④ امام حسن بصری کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

فائدہ نمبر ③ :

❁ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتابوں میں ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے:

«مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةٍ لَّيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ؛ وُضِعَ فِي كَفِّهِ جَمْرَةٌ

يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يُفْصَلَ بَيْنَ الْخَلَائِقِ» .

''جس شخص نے کسی غیر محرم عورت کی ہتھیلی کو چھوا، اس کی ہتھیلی میں روزِ قیامت انگارہ رکھا جائے گا تاوقتیکہ تمام لوگوں کا فیصلہ نہیں کر دیا جاتا۔''

(المبسوط للسرخسي الحنفي : 154/10، الهداية : 460/2)

❁ ایک اور روایت یوں بیان ہوئی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَافِحُ الْعَجَائِزَ فِي الْبَيْعَةِ، وَلَا يُصَافِحُ الشَّوَابَّ .

''نبی اکرم ﷺ بیعت کرتے وقت عمر رسیدہ عورتوں سے مصافحہ کرتے تھے، البتہ جوان عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔''

(المبسوط للسرخسي الحنفي : 154/10، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني الحنفي : 130/5)

❁ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فَكَانَ يُصَافِحُ الْعَجَائِزَ .

''آپ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ عورتوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔''

(المبسوط للسرخسي الحنفي : 154/10، الهداية : 461/2)

تبصرہ :

لیکن یہ تینوں جھوٹی روایتیں ہیں۔ محدثین کرام کی کتابوں میں ان کا ذکر تک نہیں ملتا۔ نام نہاد فقہا نے گھڑ کر رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

الحاصل:

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی شخص خود حج وعمرہ ادا کرنے سے قاصر ہو،تو وہ اپنی طرف سے کسی دوسرے کو حج وعمرہ کے لیے بھیج سکتا ہے،جیسا کہ:

❁ سیدنا ابورزین،لقیط بن عامر،عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مکالمہ ہوا:

إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعْنَ، قَالَ: «حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ».

''عرض کیا: میرے والد بہت بوڑھے ہیں۔وہ حج وعمرہ ادا نہیں کر سکتے، نہ سواری کے قابل ہیں۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ اپنے والد کی طرف سے حج وعمرہ ادا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 10/4، سنن أبي داوٗد : 1810، سنن النسائي : 2622، سنن الترمذي : 930، سنن ابن ماجه : 2906، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کے راویوں کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ. ''یہ سارے کے سارے ثقہ ہیں۔''

(سنن الدارقطني : 183/2)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''،جبکہ امام ابن جارود (500)،امام ابن خزیمہ (3040) اور امام ابن حبان (991) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ (481/1) نے ''امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث کے تحت امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا ذُكِرَتِ الْعُمْرَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنْ يَّعْتَمِرَ الرَّجُلُ عَنْ غَيْرِهِ.

''اس حدیث میں عمرہ کے بارے میں نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے اس کی ادائیگی کر سکتا ہے۔''

لمبے ناخن

لمبے ناخن رکھنا حرام، خلافِ فطرت اور کافروں کے ساتھ مشابہت ہے، جیسا کہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پانچ چیزیں فطرت ہیں؛ ① ختنہ ② زیرناف بالوں کی صفائی ③ مونچھیں ہلکی کرنا ④ ناخن تراشنا ⑤ بغلوں کے بال اکھاڑنا۔''

(صحيح البخاري: 5891، صحيح مسلم: 257)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بالوں کی صفائی کا (زیادہ سے زیادہ) وقت چالیس دن مقرر فرمایا۔''(صحيح مسلم: 258)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا (واجبی) سنت ہے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي: 149/1، وسندهٗ صحيحٌ)

چالیس دنوں سے زیادہ ناخن نہ تراشنا حرام و ناجائز ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور سنت کی مخالفت ہے، جو سراسر ہلاکت و بربادی کا باعث ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ کافروں کی نقالی کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنائیں۔ اسی میں دین و دنیا کی خیر و بھلائی ہے۔